لکھنؤ کی تقریر میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جو چیز تم کو اعلیٰ درجہ پر پہنچانے والی ہے وہ صرف ہائی ایجوکیشن ہے۔ جب تک ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا نہ ہوں گے، ہم ذلیل رہیں گے اوروں سے پست رہیں گے اور اس عزت کو نہ پہنچیں گے جس پر پہنچنے کو ہمارا دل چاہتا ہے۔ یہ دلسوزی کی چند نصیحتیں ہیں جو میں نے تم کو کی ہیں۔ مجھے اس کی کچھ پروا نہیں ہے کہ کوئی مجھے دیوانہ کہے یا اور کچھ میرا فرض تھا کہ میرے نزدیک جو باتیں قوم کی بھلائی کی ہیں وہ ان سے کہہ دوں اور اپنا فرض ادا کردوں اور خدا کے سامنے جو قادرِ مطلق اور رحیم اور گناہوں کا بخشنے والا ہے اپنے ہاتھوں کو دھو دوں۔" (حیات جاوید حصہ دوم ص ۱۱۶)

نکتہ چین کہتے ہیں کہ سرسید زندگی کے آخری برسوں میں بہت بدل گئے تھے۔ گزارش یہ ہے کہ جی ہاں! بہت بدل گئے تھے۔ لیکن دنیا میں بڑا سے بڑا لیڈر ایسا کون ہے جو حالات کی نبض پر اپنی انگلی نہیں رکھتا اور وقت کی ہواؤں کے رخ کو پہچان کر ان میں تغیر و تبدل کے مطابق اپنے فکر و عمل کے سانچوں کو نہیں بدل لیتا، یہ تبدیلی۔ روشن ضمیری اور بیدار مغزی کی دلیل ہے۔ نہ کہ تلونِ طبع اور کمزوری کی۔ حالات کا صحیح رخ پہچاننا اور اس کے مطابق خود اپنے موقف میں تبدیلی پیدا کرنا جس طرح افراد و اشخاص کو توانائی بخشتا ہے۔ اسی طرح قوموں کی زندگی اور ان کی بقا کا ضامن ہے۔ دور کیوں جائیے۔ خود کانگریس کی گزشتہ اور حال کی تاریخ کا مطالعہ کیجیے۔ تبدیلیوں اور قول و عمل کے تضاد کا ایک عجیب و غریب مرقع نظر آئے گا۔ جو کانگریس ہمیشہ لوگوں کو یقین دلاتی رہی کہ تقسیم اس کے نزدیک ملک کو تباہ کردے گی اور وہ کبھی اس پر رضامند نہ ہوگی اچانک

تقسیم پر رضامند ہو گئی اور عوام منہ دیکھتے رہ گئے۔ اس بنا پر ہم صاف لفظوں میں اعتراف کرتے ہیں کہ جزئی طور پر اور طریق کار کے اعتبار سے سرسید میں تبدیلی ضرور پیدا ہوئی اور اس سلسلہ میں ان کی افتادِ طبع کے مطابق ان سے بعض معاملات میں بے اعتدالیاں یقیناً صادر ہوئیں لیکن ان سب کا اصل ذمہ دار کون ہے؟ وہی جارحانہ ہندو قومیت جس کی طرف پنڈت جواہر لال نہرو نے اشارہ کیا ہے اور وہی اکثریت کا گھمنڈ جس نے اقلیت کے جذبۂ اخلاص کی کبھی قدر نہ کی۔ اور جس نے سرسید ایسے عالی ظرف انسان کو مجبور کر دیا۔ کہ مسلمانوں کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لیے حکومت سے قرب کا سہارا لے اور اس کے ساتھ اپنے تعلقات زیادہ سے زیادہ استوار کرے۔ آج بھی اگر گوشِ حقیقت نیوش ہو تو سرسید کی قبر سے آواز آرہی ہے:-

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

۱۔ صاحبِ علم و ذوق اس سنہری موقع سے بہترین فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
۲۔ ادارہ ندوۃ المصنفین کے زیادہ سے زیادہ ممبر اور رسالہ برہان کے خریدار بنیے اپنے حلقۂ احباب میں اس کی پوری سعی بھی فرمائیے۔
۳۔ مکتبہ برہان کی اعلیٰ و معیاری مطبوعات خرید کر فائدہ حاصل کیجیے۔
۴۔ مندرجہ ذیل پتہ پر فہرستِ کتب، قواعد و ضوابط ادارہ، نئے پینتیس پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیے۔
۵۔ نوٹ:- آرڈر بھیجتے وقت اپنا مکمل پتہ خوشخط اور قریبی ریلوے اسٹیشن ضرور لکھیے۔ آرڈر کے ہمراہ کچھ رقم بطور پیشگی ضرور ارسال فرمائیں۔

ادارہ ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی

رسول شاہد و مشہود

(از جناب قاری بشیر الدین صاحب پنڈت۔ ایم۔ اے)

کتب سماویہ اور صحف انبیاء علیہم السلام کے اندر سرکار دو عالم تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات اس کثرت اور تفصیل کیساتھ درج ہیں کہ انکے ذریعہ سے ذاتِ پاک کے تعین و تشخص میں از روئے عقل و انصاف کسی قسم کا ادنیٰ شک و شبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ لیکن علمائے اُمت ادھر کما حقہٗ توجہ نہیں دے سکے۔ امام فخرالدین رازیؒ جنھوں نے علم کلام کی بنیاد ڈالی تھی اور ان کے بعد ان کے متبعین نے اسکو ایک مستقل فن بنا دیا انھوں نے عقلی دلائل سے تمام عقائدِ اسلامیہ کا ثبوت دیا اور یونانیوں کے مسلمات کو جن کا عقائدِ اسلامیہ پر برا اثر پڑتا تھا۔ وہم باطل اور دھوکے کی ٹٹی ثابت کیا۔ اسی ضمن میں سب سے اہم اور معرکتہ الآرا مسئلہ ہمارے رسول مقبول روحی فداہ کی رسالت کا ثبوت یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں ایک ایسا مسئلہ تھا جس کا ثبوت دلائلِ عقلیہ سے اتنا مفید نہیں ہو سکتا تھا جتنا کہ ان کے مسلمات سے کارآمد ہو سکتا ہے۔ یہ مسلمات دو قسم کے ہیں ایک تو وہ مسائل ہیں جن کا ماخذ فلسفۂ یونان تھا ان کا استیصال تو علم کلام سے کیا گیا اور اس میں مسلمان کامیاب رہے لیکن دوسرا پہلو جو ان سب سے موثر تھا اور جسکی بنیاد ان کی کتب و صحائف سماویہ پر تھی اسمیں مسلمانوں نے صرف اتنی کوشش کی کہ ان کے صحائف کو محرف ثابت کیا اور الزامی جواب کو کافی سمجھا حالانکہ یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں اگر کوئی استدلال ہو سکتا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ موجودہ توریت وانجیل میں علاوہ اس سے کہ وہ محرف ہوں یا نہ ہوں آنحضورؐ کی بعثت کی پیشینگوئیاں موجود ہیں

جن سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ ان کو ثابت کیا جائے۔ بہرحال وہ کتابیں جو غیر مذاہب کی کفالت میں ہزارہا سال سے چلی آتی ہیں ان کا اسی نقطۂ نظر سے مطالعہ کر کے حقائق کو سامنے لایا جائے۔

آجکل ہم سائنٹفک دور سے گذر رہے ہیں جو لوجوہ چند اس ناچیز کے نزدیک اسلام کیلئے لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ کا زمانہ ہے۔ اسلام کی صداقت کے لیے بے شمار دلائل اس زمانے میں پیدا ہو رہے ہیں اور غالباً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقِ دعویٰ پر مختلف مذاہب کے واجب التعظیم انبیاء اکرام کی شہادۃ کا اظہار بھی اسی زمانے سے مخصوص ہے ورنہ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سے پیشتر مذاہب عالم اپنی اپنی مقدس کتابوں کو کس قدر اہتمام اور کوشش سے عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے تھے جکی داستان نہایت طویل ہے لیکن اب وہ منظر شہود پر لائی جا رہی ہیں۔ مغرب کی یونیورسٹیوں میں "تقابلی مطالعۂ ادیان" کے شعبے کھلتے جا رہے ہیں اور مختلف زبانوں میں مہارت حاصل کر کے ان زبانوں کے مذہبی صحائف پر تحقیقی نظر ڈالی جا رہی ہے مثال کے طور پر وید منتر جو کل تک اچھوتوں کیلئے ممنوع تھے آج تقابلی مطالعۂ ادیان کی بدولت ویدوں کے نایاب پوشیدہ نسخے یورپ سے چھپ کر مشرق میں شائع ہو رہے ہیں اور زبانِ سنسکرت اقصائے مغرب میں جلوہ فگن ہے یہی حال دوسری زبانوں اور ان کے صحائف کا ہے۔ مجھے تو اسمیں بھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی پیش خبری نظر آتی ہے اسلئے کہ انتھک کوشش کرنے والے وہ حضرات ہیں جو جناب مسیح علیہ السلام کے نام لیوا ہیں۔ جناب مسیح علیہ السلام صبح کا وہ ستارہ تھے جو افقِ عالم پر آفتابِ رسالت کے آمد کی انجیل (بشارت) لائے تھے اور قربِ قیامت میں لانیوالے ہیں۔ اسلئے آپ کے نام لیواؤں کی علمی خدمات خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی آنحضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیلِ راہ ہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ علمی کم مائیگی۔ تمدن کا زوال

اور تبلیغ دین کی بجائے تکفیر و تفسیق کی تخریبی کوششیں ایسے اسباب و قرائن ہیں جو اسلام کے مٹانے کیلئے کافی ہیں لیکن یاد رکھیئے اللہ کے پیارے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود صرف مسلمان ہی نہیں پڑھتے بلکہ خود اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائکہ بھی درود پڑھتے ہیں۔ اگر کسی آلۂ جہاں نمائے اس درود کے اثرات کا مطالعہ کیا جائے تو مسلمانوں کا درود تو (الامان و اللہ) اب آفتاب رسالت پر ظلمت و تاریکی کے کسوف پھینک رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائکہ کا درود ان ظلماتی بادلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کا رخِ انور بے نقاب کر رہا ہے۔ مذاہب قدیم پر جو لٹریچر یورپ سے شائع ہو رہا ہے اسمیں صداقتِ اسلام پر بے شمار دلائل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر عیسائی راہب اور علماء انجیل فارقلیط (احمد) کی آمد کا انتظار کر رہے تھے تو آج اپنی علمی موشگافیوں سے اسی محسن مسیحا (جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں۔ جناب مسیح علیہ السلام اور ان کی والدۂ ماجدہ حضرت مریمؑ کے شجرۂ نسب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ کم احسان نہیں تھا اور یہ اسی احسانِ عظیم کا حقیر سا بدلہ ہے کہ یہ لوگ ہزاروں لاکھوں روپیہ خرچ کر کے اور محنت شاقہ برداشت کر کے اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں کیا عجب ہے کہ ان کی ان جانکاہ کوششوں کی جزا میں انھیں اسلام جیسی نعمت نصیب ہو جائے۔

محسن دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدس کو غیر مذاہب کے پیروؤں کے سامنے انھیں کی زبان میں اور انھیں کی مقدس کتابوں سے پیش کرنیکا کام مسلمانوں کا تھا لیکن ہمارے علماء اصلاحی کام کو تبلیغی کام سمجھتے رہے اور اس کام کو انجام نہ دے سکے تو اسمیں بھی کچھ حکمت خداوندی پوشیدہ تھی۔ اگر مسلمان ان مذاہبِ قدیم کی کتابوں کو قعرِ گمنامی سے نکال کر منصۂ شہود پر لاتے تو ان کتابوں میں تحریف کا شبہ مسلمانوں پر کیا جا سکتا تھا لیکن ان کتابوں کے ظاہر کرنے والے ایک غیر قوم کے علماء تھے کہ جنمیں مسلمانوں سے ایک گونہ مخالفت تھی اسلئے وہ پیشگوئیاں جو ان کتابوں میں محفوظ ہیں ہر قسم کی تحریف سے

شک وشبہ سے پاک رہیں اور شاید یہی حکمت تھی کہ مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں ساتیر اور وید وغیرہ کتب پوشیدہ رہیں اور یہ علمی خزانہ مسلمانوں کو ان کی ہر قسم کی بے مائگی اور فقر کے زمانے میں دیا گیا تاکہ اس امر کی دلیل ہو کہ اسلام اپنی صداقت منوانے کے لیے دنیوی شوکت کا محتاج نہیں بلکہ اس کے دامن میں وہ علمی جواہر ریزے بھی موجود ہیں جو ہزارہا سال تک غیر مذاہب کے خزانوں میں بطور ایک نایاب عطیۂ خداوندی کے مدفون رہے۔

اقوام عالم کے لیے ایک قابلِ غور نکتہ

اقوام عالم کے مشہور مذاہب میں یہودی، عیسائی، مجوسی، بودھ اور آریہ دھرم سرفہرست ہیں۔ دنیا کی ان تمام اقوام میں انبیاء و مصلحین کا سلسلہ ایک زنجیر کی طرح مسلسل زمانہ کے ساتھ چلتا نظر آتا ہے۔ ان تمام عظیم المرتبت انبیائے کرام، رشیوں اور وخشوروں کی زندگی عوام کی زندگی سے اس قدر بلند تھی کہ بعض ان میں سے خدا، خدا کے اوتار اور خدا کے بیٹے سمجھ کر پوجے گئے اور جن کی نفخِ حیات نے کروڑوں مردوں کو زندگی بخشی۔ ان کا نام زبان پر لانے کے لیے منہ کو مشک وگلاب سے پاک کرنے کی شرط ہے۔ انہوں نے اپنے پاک کلمات میں کہ جن کے متعلق کسی دنیوی غرض، لالچ و فریب کا شائبہ تک نہیں ایک نبی موعود کے ظہور کی پیشگوئی کی اور اس عہد و میثاق کو پورا کیا جو سورۂ عمران میں مذکور ہے جس کو نوری کرن شمارہ نمبر میں اجمالاً پیش کیا جا چکا ہے تو پھر ایسے نبی موعود پر ایمان لانا درحقیقت اپنے اپنے انبیاء کی اطاعت اپنے ہی رشیوں اور وخشوروں کی فرمانبرداری ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ وہ انبیاء جو ہزارہا سال بیشتر عرب سے دور دراز ممالک میں مبعوث ہوئے ان سب نے ایک ہی علیم وخبیر خدائے برتر کی وحی سے خبر پا کر ایک عظیم الشان نبی کے ظہور کی پیشگوئی کی جو محض خبر کے رنگ کی نہیں بلکہ اس

کے ساتھ دلائل اور اللہ تعالیٰ کی زبردست قوت و قدرت کے نشانات ہیں جنکا پیدا کرلینا ایک کمزور انسان کی طاقت سے قطعی محال اور غیر ممکن ہے کیا یہ امر واقعہ اس قابل نہیں کہ دنیا کے عقلاء و دانشمند اس امر پر غور کریں کہ ایک امّی محض اور دینوی علوم سے ناواقف وہ باتیں پیش کرتا ہے جو اس سے پیشتر کسی عالم نے نہیں بتائیں اُن باتوں کی اگر تشریح کی جائے تو مضمون طویل ہوجائے گا۔ اس لیے طوالت سے بچنے کے لیے صرف دو ایک باتوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

موعود نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو انبیاء عالم میں بہت سی خصوصیتیں حاصل ہیں۔ ان میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ حضورؐ نے تمام انبیائے عالم کی تصدیق کی ان پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری قرار دیا۔ جیسا خود اپنی نبوت و رسالت پر۔ اسلام کا یہ عقیدہ اس قدر مہتم بالشان ہے کہ اس پر نہ صرف اتحادِ اقوام اور مذاہب کی بنیاد قائم ہے۔ بلکہ اس عقیدے سے اگر ایک لمحہ کے لیے بھی روگردانی کرلی جائے تو مذاہب کی عمارت اسی وقت زمین پر آرہتی ہے کیونکہ اسلام کے نزدیک مذہب ایک عالمگیر حقیقت ہے جو دنیا کی تمام اقوام کے اندر پائی جاتی ہے اور اس کا ماننے والا بین الاقوامی انسان ہے۔ آنحضورؐ کی بعثت سے پہلے کسی نبی نے یہ تعلیم نہیں دی اور نہ کل انبیاء عالم پر ایمان لانے کے عقیدہ کو کسی اور مذہب نے جزوِ ایمان ٹھہرایا۔ اس لیے اُس موعود نبی پر ایمان لانے والے مسلمانوں کا ذاتی فخر یہی ہے کہ وہ یہودیوں سے زیادہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے اور عیسائیوں سے زیادہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کے پیرو ہیں اور ان تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا جزو ایمان سمجھتے ہیں کہ جن کا ذکر فرقانِ حمید میں ہے اور جن کا ذکر نہیں کیا گیا ان کو بھی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں صفحات ۱۱۱م-۴۲۸-۵۱۵-۵۲۸-۵۶۷-۵۹۹-۶۵۹)

تفسیر کنز الایمان از شیخ اہل السنۃ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ) نیز صفحات
خطبات احمدیہ ۵۶۹ اور ۵۷۹ از سر سید احمد خاں مرحوم۔

نسلِ انسانی کی ہر امت میں انبیاء کی بعثت کو تسلیم کرنا تو ایک طرف اکثر و
بیشتر مذاہب نے تو اس امر کو بھی کشادہ دلی سے تسلیم نہیں کیا کہ ان کا خدا دنیا کی
دوسری اقوام کا بھی خدا اور معبود ہے۔ برہمن دھرم تو صرف آریوں کو ایشور
کی اولاد سمجھتا رہا (رزکت ادھیاء ۶ کھنڈ ۲۶) ان کے خیال میں ویدوں کی
گئو ماتا صرف برہمن، چھتری اور ویش کو دودھ دیتا ہے۔ اور ان کی پرورش
کرنے والی ہے (اتھروید کانڈ ۱۹، سوکت ۱۷ منترا)۔ اسی طرح بنی اسرائیل کا
خداوند یہوہ صرف بنی اسرائیل کا خدا تھا۔ جان۔ ایس۔ ہیلنڈ "مختصر تاریخ تہذیب"
میں لکھتے ہیں:۔

THE GOD, WHOM THE JEWS WORSHIPED HAD AT FIRST BEEN CONCEIVD D OF AS THE TRIBLE DIETY OF A NOMADIC PEOPLE FOR MANY CENTURIES THE JEWS CONTINUED TO CONCEIVE THIS GOD OF RIGHTEOUSNESS AS THEIR GOD ONLY..... BUT THIS IDEA THEIR OWN NATIONAL GOD WAS ALSO THE GOD OF ALL OTHER MEN WAS NEVER WELCOMED AND ADEPTED BY THE MASS OF THE JEWISH POPULATION.

(A BRIEF HISTORY OF CIVILIZATION P72)

بہرحال دنیائے مذہب میں جویائے حق کے لیے یہ ایک قابلِ غور نکتہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصدّقِ انبیائے عالم تھے۔ یہ اتحاد ادیانِ عالم کی بنیاد ہے اور انبیاء عالم سرکارِ دوعالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدِّق تھے۔ یہ دنیائے مذہب کا حصن حصین اور حریم امن ہے۔ اس حرم پاک سے جو شخص باہر رہے گا وہ دہریت ولامذہبیت کا شکار ہوگا اس لیے نہایت ادب کے ساتھ اپنے بھائیوں سے گزارش ہے (خواہ وہ ہندو ہوں یا عیسائی۔ یہودی ہوں یا مجوسی یا کوئی اور) کہ وہ نہایت فراخدلی اور سنجیدگی کے ساتھ سطورِ ذیل پر غور فرمائیں۔

قانونِ شہادت کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ:-

DECOMENTS ARE SUPERIOR TO ORAL TESTIMONY AND ARE NOT TO BE OVER RULED BY WITNESSES OR BYON OATH.

یعنی تحریری سند زبانی شہادت پر فضیلت رکھتی ہے اور اسے گواہوں کی شہادت اور قسم سے مسترد نہیں کیا جاسکتا تو پھر غور کیجیے کہ یہ وہی تحریری اسناد اور الٰہی نوشتے ہیں جو مقدس انبیاء ارشیوں اور وخشوروں کی یادگار ہیں جن میں اللہ کے ان پاک اور برگزیدہ بندوں نے آنحضورؐ کی ذاتی وصفاتی خوبیوں کو بتا کر پیشگوئی کی ہے کہ (اسی نبی موعود محمد رسول اللہ) کا وہ چراغ ہے جو بے داغ ہے اور جس کی روشنی کو دوام ہے وہی روشنی گمراہی سے بچانے والی ہے"۔ اس لیے آئیے سب سے پہلے توریت وانا جیل کی شہادتوں پر غور کریں۔

توریت وانا جیل کی شہادتیں (۱) حضرت آدمؑ کا کوئی الگ صحیفہ یا کتاب

میں موجود نہیں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ حضرت آدمؑ کے متعلق فرمایا وہ بھی ان کے اصل الفاظ میں کہیں موجود نہیں جو حیثیت تاریخ کی نگاہ میں باقی قصص تورات کی ہے وہی حیثیت قصۂ آدم کی ہے البتہ یہود میں ایک کتاب "آدم و حوا" کے صحیفہ کے طور پر مشہور ہے جو یقیناً جعلی ہے اور غالباً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سو دو سو سال پہلے کی تصنیف ہے۔ تاہم اس قصّہ کو مسیحی دوستوں نے جناب مسیحؑ کے متعلق بطور پیشینگوئی سمجھ کر غلط استنباط کیے۔ پیشینگوئی کے الفاظ یہ ہیں:-

سانپ کو ملعون ٹھہراتے ہوئے خداوند نے کہا "میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا۔" (پیدائش باب ۳ آیۃ ۵ ا بر صکا ز کتاب مقدس مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۹۵۶ء)

مسیحی دوستوں کا کہنا ہے کہ جناب مسیحؑ نے کفارہ ہو کر سانپ (شیطان) کا سر کچل دیا اس طرح جناب آدم کے سلسلہ کی پیشینگوئی پوری ہو گئی حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس دکھائی دیتا ہے کیوں کہ اناجیل کی تصریحات کی بنا پر مسیحؑ نے ہرگز شیطان کا سر نہیں کچلا وہ ان کے حواریوں میں گھسا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً یوداس میں ہو کر شیطان نے جناب مسیحؑ کو بے حد تکالیف پہنچائیں۔ پطرس کو جناب مسیحؑ کی سرکار سے شیطان کا خطاب دلوایا۔ انجیل متی ۱۶: ۲۳ میں ہے "پر اس نے (مسیحؑ نے) پھر کے پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے" شیطان نے یہودا اسکریوطی میں ہو کر خدا کے اکلوتے بیٹے کو صلیب دلوادی۔ اس کے

متعلق جناب مسیحؑ فرماتے ہیں:-

"کیا میں نے تم بارہوں کو نہیں چنا اور ایک تم میں سے شیطان ہے"
(یوحنا ۶: ۷۰) اب رہا کفارہ کا عقیدہ اس کے متعلق کیا کہا جائے۔ اس نے گناہ کی جڑ کو بجائے کاٹنے کے اسے اور مزید تقویت دی۔ اس عقیدہ کی بنا پر بقول شخصے ؎ ہر گناہ داخل ثواب ہے آج - البتہ اس پیشینگوئی کی حقیقی مصداق جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ جنہوں نے اپنے صحابہ کو گناہ سے اس قدر نفرت دلائی کہ وہ گناہ یا شیطان کے حقیقی دشمن بن گئے۔ اور اس سے بیزار ہو گئے۔ شراب، جُوا، زنا، چوری، جھوٹ غرضیکہ ہر بدی و بدکاری ان سے دور ہو گئی۔ انھیں کے متعلق فرمایا گیا۔

"قال ھذا صراطٌ علیٰ مستقیم ان عبادی لیس لک علیھم من سلطان۔ یعنی یہ سیدھا راستہ میری طرف پہنچتا ہے۔ میرے بندوں پر تیرا (اے شیطان) کوئی غلبہ نہیں" (۱۵: الم: ۴۲)

جناب آدمؑ کی مذکورۂ بالا پیشینگوئی کے متعلق خود جناب مسیحؑ شہادت دیتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے فرماتے ہیں: "میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تمہیں کہیں لیکن وہ فارقلیط (روح القدس) جسے باپ، میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور سب باتیں جو میں نے تمہیں کہی ہیں تمہیں یاد دلائے گا" (بحوالہ یوحنا باب ۱۴ آیات ۲۵ و ۲۶) اس پیشینگوئی پر تفصیلی بحث انجیلی بشارات کے ضمن میں کی جائیگی سر دست اتنا بتا دینا کافی ہے کہ فارقلیط جن کے تشریف لانے کی خوشخبری جناب مسیحؑ سنا رہے ہیں اس کے لفظی معنی کیا ہیں؟ فارقلیط مرکب لفظ ہے فارق + لیط - فارق بمعنی پھاڑنے والا یا سر کچلنے والا۔ لیط بمعنی شیطان رجیم۔

اس طرح پورے لفظ کے معنی ہیں "شیطان کا سر کچلنے والا"۔ اللہ تعالیٰ اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ وہ اپنے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو خوشخبری حضرت آدمؑ کے ذریعہ سنارہا ہے وہ مسیحی لوگ جناب مسیحؑ پر منطبق کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے اس کی حکمت بالغہ نے مسیحؑ کی زبان سے کہلوادیا کہ اس بشارت کے مصداق وہ نہیں ہیں بلکہ فارقلیط کی ذات گرامی وہ ہے جو میرے جانے کے بعد تشریف لائیں گے۔ اللھم صل وسلم وبارك عليه۔

(۲) جناب حنوک (ادریسؑ) کی پیشنگوئی | حضرت حنوک یا ادریس علیہ السلام جناب آدم علیہ السلام کی ساتویں پشت میں ایک جلیل القدر پیغمبر گزرے ہیں۔ ان کی عظمت وشان کا اندازہ توریت کی اس آیت سے ظاہر ہے کہ "حنوک تین سو برس خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ . . . اور غائب ہوگیا۔ اس لیے کہ خدا نے اُسے لے لیا" (توریت پیدائش باب ۵ آیات ۲۲، ۲۴) کتاب جوبلی میں جو بائبل کے یونانی نسخہ میں شامل ہے ان کے متعلق لکھا ہے "اس نے سب سے پہلے علم وحکمت، رسم الخط اور علم نجوم ایجاد کیا۔ خدا کے فرشتے تین سو سال تک اس کے ساتھ ساتھ رہے اور انھوں نے اسے زمین وآسمان کی ہر ایک چیز کا علم دیا" (جوبلی باب ۳) قرآن عزیز میں انھیں صادق وصابر نبی بتایا بتایا گیا ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ وہ علم رمل میں ماہر تھے۔ معراج شریف میں ان سے چوتھے آسمان پر ملاقات ہوئی۔ حکماء وفلاسفہ نے حضرت ادریسؑ کی تعلیم ونصائح کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اس کے لیے ملاحظہ ہو "تاریخ الحکماء" از علامہ جمال الدین قفطی نیز قصص القرآن جلد اول ص ۹۳ تا ص ۱۰۱۔

انھیں اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب دی جو "صحیفۂ حنوک" کہلاتی ہے۔ یہ پہلے عبرانی زبان میں تھی اور اب اتھوپیا زبان میں اس کا ترجمہ ہو گیا ہے ان کی دوسری کتاب "اسرار حنوک" ہے جو سالونیکا زبان میں موجود ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بیلیکا کے مطابق تیسری چوتھی صدی عیسوی تک لوگ اس سے بخوبی واقف تھے بائبل کے مروجہ نسخہ میں ان کی کسی کتاب کا ذکر نہیں لیکن آج کل بائبل کے کھنڈرات نے جو الواح اگل دی ہیں ان میں حضرت حنوک کا خصوصیت سے ذکر ہے۔ وہ علم وحکمت اور بے نظیر اطاعت احکام الٰہی کے اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن حمید میں ان کے لیے "اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا" کہہ کر ان کی بے نظیر نبوت کی تصدیق کی ہے اور "وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا" بتا کر ان کے لیے علم وحکمت عطا کیے جانے کا ذکر ہے۔ انھوں نے جو پیشینگوئی آنحضور کے متعلق کی ہے وہ یہوداہ کے خط سے ظاہر ہے۔ یہ خط عہد نامہ جدید میں شامل ہے (ملاحظہ ہو ص۲۴۱ آیۃ ۱۴) اور مسیحی مسلمات سے ہے۔ خط کی عبارت یہ ہے:-

"حنوک نے جو آدم کی ساتویں پشت میں تھا ان کی بابتہ بتایا کہ دیکھو خداوند اپنے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے تاکہ سبھوں کی عدالت کرے اور سب بے دینوں کو ان کے بے دینی کی کاموں پر جو انھوں نے بے دینی سے کیے اور ساری سخت باتوں پر جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں ملزم گردانے۔" یہ پیشینگوئی پوری کی پوری جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے اس لیے کہ:-

(۱) دس ہزار قدوسیوں کا آقا بجز جناب محمد رسول اللہ کے اور کوئی نہیں۔ فتح مکہ کے وقت یہ جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ وید بھی اسکی تصدیق

کرتے ہیں اور دساتیر بھی (۲) فتح مکہ کے وقت عدالت بھی ہوئی اور یہودیوں کو ملزم بھی گردانا گیا (۳) مسیحی حضرات اسی خداوندِ اعظم کی آمد کے منتظر تھے۔ (۴) اس پیشینگوئی کے مبشر بہ جناب مسیح نہیں ہیں کیونکہ یہوداہ کا خط مسیح علیہ السلام کے بعد لکھا گیا ہے۔ جسمیں انہیں اس پیشینگوئی کا مستحق نہیں گردانا گیا۔

(۳) حضرت نوح علیہ السلام کی پیشینگوئی | حضرت نوح علیہ السلام کی شخصیت یہودی و عیسائی، مجوسی و ہنود نیز مسلمانوں بلکہ تمام اقوامِ عالم کے نزدیک مسلم ہے ان کی پیشینگوئی دلبشارت سرورِ کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہم سب کے لیے قابلِ غور ہے۔ جناب نوحؑ کو ویدوں و شاستروں میں "منوح" اور ژندا وستا میں "یم" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں انھیں آدم ثانی کہا گیا ہے۔ اسی طرح "منوح" کو ویدوں میں ساری نسلِ انسانی کا باپ بتایا گیا ہے۔ وید کے کم و بیش پچاس حوالہ جات میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اسی طرح قرآنِ عزیز میں ۲۸ سورتوں کے اندر ۴۳ جگہ حضرت نوحؑ کا اجمالی و تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ سورۂ اعراف، ہود، مومنون، شعراء، قمر و نوح میں اہم تفصیلات درج ہیں۔ توریت موسوی اور ان الواح میں جو بابل کے کھنڈرات سے دستیاب ہوئی ہیں ایک حیرت انگیز مطابقت پائی گئی ہے۔ طوفانِ نوح کا "قصہ گل گمیش کی مثنوی" جو بابل کے کھنڈرات سے ملی ہے اس کی گیارہویں لوح کے پہلے چار کالموں میں کندہ ہے۔

توراۃ موسوی کی کتاب پیدائش باب ۹ آیۃ ۱۴ میں جناب نوح علیہ السلام کی بشارت کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

میں اپنی کمان بدلی میں رکھتا ہوں اور یہ ایک عہد کا نشان ہوگی میرے اور زمین کے درمیان اور ایسا ہوگا کہ جب میں زمین کے اوپر بادل لاؤں گا تو کمان

بدلی میں نظر آئے گی اور میں اپنے عہد کو جو میرے اور تمہارے اور ہر جاندار کے درمیان ہے یاد کروں گا اور طوفان کا پانی پھر نہ ہوگا کہ سب جانداروں کو تباہ کرے اور کمان بادل میں ہوگی اور میں اس پر نگاہ کروں گا تاکہ اس ہمیشہ کے عہد کو جو خدا کے اور زمین کے سب جانداروں کے درمیان ہے یاد کروں"۔

اس پیشینگوئی کے الفاظ پر غور کیجیے تو دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ (۱) ایک یہ کہ جس طرح حضرت نوحؑ کے زمانے میں بدلیوں کی کثرت تھی اسی طرح ایک زمانہ پھر ایسا ہی ہوگا جس میں کہ بدلیوں کا زور ہوگا (۲) دوسری بات یہ کہ بدی کے طوفان کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا طوفان نہیں آئے گا کہ کل دنیا کو شرارت اور بدی کی سزا میں غرق کر دے یعنی وہ اپنی کمان بدلی میں رکھتا ہے اس کی کمان اب بدلی سے باہر نہ ہوگی۔ یاد رکھیے بائبل، ژند اوستا، ویدا اور مثنوی گل گمیش میں کمان اٹھانے کا محاورہ جنگ کی تیاری اور کمان رکھ دینے کا محاورہ جنگ ختم کر دینے کے لیے مستعمل ہے اور خدا کا بدلی میں ہونے کا محاورہ رحمت کے پردے میں ہونے کے لیے بولا جاتا ہے (ملاحظہ ہو احبار ۱۶: ۲)

یہ پیشینگوئی نہایت واضح طور پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور ان کے زمانے کے لیے مخصوص ہے۔ اس کی تائید جناب مسیحؑ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو متی ۲۴: ۳۷ میں درج ہیں۔ جناب مسیحؑ نے فرمایا "جیسا کہ نوح کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابن آدم (یعنی احمدؐ) کا آنا بھی ہوگا کیونکہ جس طرح طوفان سے پہلے لوگ کھاتے پیتے بیاہ بیاہے جاتے تھے اس دن تک کہ طوفان آیا اور ان سب کو بہالے گیا اسی طرح ابن آدم کا آنا ہوگا۔ دو آدمی کھیت میں ہوں گے ایک پکڑا دوسرا چھوڑا جائے گا۔ دو عورتیں چکی پیستی ہوں گی

ایک پکڑی دوسری چھوڑی جائے گی۔" (متی ۲۴ آیۃ ۳۷)

حضرت مسیحؑ کے الفاظ پر غور کیجیے کہ بدی اور غفلت کا طوفان عالمگیر ہوگا مگر سب پکڑے نہ جائیں گے صرف حق کا دشمن ماخوذ ہوگا اور توبہ کر کے نیکی کی طرف رجوع کرنے والوں کو چھوڑ دیا جائے گا نیز ایسا وقت مسیح علیہ السلام کے جانے کے بعد آئے گا۔ اس طرح جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف آنحضورؐ وہ نبی ہیں جن پر یہ پیشگوئی صادق آتی ہے۔ اللہ کے حکم سے آنحضرتؐ نے جناب نوحؑ کی طرح پیشتر ہی سے اپنی قوم کو بتلا دیا تھا کہ میرا اور تمہارا معاملہ نوحؑ اور ان کی قوم کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے جس طرح قوم نوحؑ غرق ہوئی اور مومنین کو بچا لیا گیا۔ اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ حسب بشارت توریت کتاب پیدائش باب ۹ آیۃ ۱۴ جنگ کے بادل فضا میں چھا گئے مسلمانوں اور کفار میں رعد و برق کے خوب مظاہرے ہوئے مگر خدا کی کمان بدلی سے باہر نہیں ہوئی بلکہ رحمت کی بدلیوں میں ہمیشہ نظر آئی پیشینگوئی کے مطابق اگر بدکار پکڑے گئے تو کثرت سے مومنوں اور تائبین کی جان بخشی بھی کی گئی۔ چونکہ آنحضورؐ رحمت للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں اس لیے بھی اب منکرین اور بدکاروں کے ساتھ معاملہ نوحؑ کی قوم کی طرح نہیں ہوگا ان کی بداعمالیوں پر سزا ضرور دی جائیگی لیکن انھیں نیست و نابود نہیں کیا جائے گا بلکہ تائب ہونے کا موقع دیا جائے گا اگر توبہ کر کے ایمان لے آئے تو اللہ کی طرف سے نجات کا وعدہ ہے۔

(۴) **حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بشارت** حضرت نوحؑ کے بعد عزت و عظمت کے لحاظ سے جناب ابراہیم علیہ السلام دنیا کی تمام قوموں کے مشترکہ باپ ہیں قرآن عزیز کی ۲۵ مکی و مدنی سورتوں میں ۶۳ آیات کے اندر ذکر مذکور ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک برہما جی ابوالبشر ہیں۔ دیوتاؤں میں وہ سب سے پہلے پیدا ہوئے اور برہما ودیا (صحیفۂ الٰہی) جو سب علموں کی بنیاد ہے اپنے بڑے لڑکے اتھروا کو سکھائی۔